ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.1(2024)
(January to March)

ڈاکٹر اقبال آفاقی کی تنقید: تجزیاتی مطالعہ

Dr. Iqbal Afaqi' Criticism: An Analytical Study

رُباب تبسم
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

Rubab Tabassum
Doctoral Candidate,Al-Hamd Islamic Uniersity,Islamabad

Abstract:
The personality of Dr. Iqbal Afaqi needs no introduction. There are many aspects of his life. His main connection is with the field of teaching and learning, as a famous teacher of philosophy, prominent intellectual of Urdu language and literature, critic, translator, researcher, philosopher, journalist and editor, his academic and intellectual efforts have been going on for a long time .The personality of Dr. Iqbal Afaqi is among the few critics of science and literature who are used to sitting in closed rooms and doing their work with integrity without desiring fame. It is estimated how much work they have done in their life. His field of research, criticism and editing extends to practical and theoretical criticism, values, culture, history and post-modernism. He also has a unique position as a critic of Urdu fiction.

Keywords: Dr. Iqbal Afaqi, philosophy, journalist, intellectual, theoretical criticism, post-modernism, Urdu fiction

ڈاکٹر اقبال آفاقی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کی زندگی کی کئی ایک جہات ہیں۔ ان کا بنیادی تعلق شعبہ درس و تدریس سے ہے، فلسفہ کے ایک نامور اُستاد، اُردو زبان و ادب کے ممتاز دانشور، نقاد، مترجم، محقق، فلسفی، صحافی اور مدیر کی حیثیت سے بھی آپ کی علمی اور فکری کاوشیں ایک عرصے سے جاری ہیں۔ ان میں تنقید، تحقیق، ترجمہ، الٰہیات اور تنقیدی تھیوری کے مباحث زیادہ نمایاں ہیں۔ ان تمام کاموں کے پیچھے ایک طویل جدوجہد ہے۔ پاکستان بھر اور پوری اردو دنیا میں ایسے بہت سے گم شدہ نام ہیں جو کہ علمی و ادبی حوالے سے بہت محترم مانے جاتے ہیں۔ ان میں سے اس وقت بہت کم شخصیات ایسی گئی ہیں جو علم و ادب سے اس قدر سنجیدگی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی کی شخصیت علم و ادب کے ان چند ناقدین میں شامل ہے جو نام و نمود کی خواہش کیے بغیر بند کمروں میں بیٹھ کر اپنا کام یکسوئی کے ساتھ انجام دینے کے عادی ہیں، علم واب میں ان کی خدمات پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں اپنی زندگی میں کتنا کام کیا ہے۔

ڈاکٹر اقبال آفاقی جدید تر تنقیدی نظریات کے حامل ایسے نقاد ہیں جنھوں نے خاص طور پر افسانے کی نظری و علمی تنقید میں نئے بیانیے کو پروان چڑھایا۔ ان کا کمال یہ ہے کہ وہ تنقید میں بغیر کسی تعصب کے اپنی رائے کا بے دریغ اظہار کرتے ہیں۔ ان کی تنقیدی اپروچ اُردو کی روایتی تنقید سے الگ ایک پہچان رکھتی ہے۔ بالخصوص افسانے اور ناول نگار پر ان کی تنقیدی آرا نے ایک نئے بیانیے کو

پروان چڑھایا ہے۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی کو زبان و بیان پر دسترس ہے۔ انھوں نے فلسفہ جیسے دقیق مضمون کے لیے ایسی زبان استعمال کی ہے کہ عام قاری کے لیے اس کو سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر اقبال آفاقی کالج میگزین کے ایڈیٹر بھی رہے۔ انھیں انٹر میڈیٹ سے ہی لکھنے کا شوق تھا۔ ان کے افسانے کالج میگزین میں بھی چھپتے رہے، انھوں نے بطور ایڈیٹر اور بطور لکھاری بھی دونوں حیثیتوں میں فرائض انجام دیے۔ اس طرح "نئی قدریں" "حیدر آباد میں بھی ان کے افسانے شائع ہوتے رہے۔ ان کا فکشن کے ساتھ ایک قدرتی تعلق رہا جس پر وہ فخر محسوس کرتے ہیں۔ انھوں نے نصیر احمد ناصر کے ادبی پرچے "تسطیر" میں اور ممتاز احمد شیخ کے ادبی مجلے "لوح" میں بھی لکھا۔ اکادمی ادبیات پاکستان سے اختر رضا سلیمی کی ادارت میں شائع ہونے والے ادبی رسالے "ادبیات" میں لکھ کر بھی شہرت حاصل کی۔ خلیق الرحمٰن کو ایک ٹی وی انٹرویو کے دوران ڈاکٹر اقبال آفاقی نے بتایا:

> "میرا یہ ہوتا ہے کہ جب تک مجھے محسوس نہ ہو کہ میں نے خوبصورتی سے لکھا ہے، میں نے لکھنا ہے۔ جب تک مجھے یہ محسوس نہ ہو کہ زبان خوبصورت ہے، communicate کر رہا ہوں میں۔ مجھے خود احساس نہ ہو کہ ایک جاذبیت آئی ہے، میری تحریر میں اگر ایک جاذبیت اور کشش نہیں ہے اور کوئی فقدان ہے تو پھر میں لکھتا ہی نہیں ہوں۔ پھر میں چھوڑ دیتا ہوں۔ خوبصورتی میری تحریر کا بنیادی جزو ہوتی ہے"۔(۱)

ڈاکٹر اقبال آفاقی فلسفے اور تنقید کی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی ادبی تھیوری پر کتاب "معنی کے پھیلتے آفاق" کو نوّے کی دہائی میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی پاک و ہند کے معروف رسائل میں کثرت سے شائع ہوئے۔ ان کی تحقیق، تنقید اور تدوین کا میدان عملی اور نظری تنقید، قدریات تہذیب و تاریخ اور مابعد جدیدیت تک پھیلا ہوا ہے۔ اردو فکشن کے نقاد کے طور پر بھی ان کو منفرد مقام حاصل ہے۔ ماہنامہ "انشاء" کولکتہ کے ادبی تبصرہ نگار نے ان کی کتاب "اردو افسانہ: فن اور کرافٹ کے مسائل" کے بارے میں لکھا کہ یہ مضمون نہ صرف لائق مطالعہ ہے بلکہ گہرے ادبی شعور کا پتہ بھی دیتا ہے اور یہ بھی، کہ یہ مضمون تقلید کی بجائے تخلیق کی نوید سناتا ہے اور اردو تنقید کو آگے بڑھاتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی ادب، لسانیات اور فلسفے کا امتزاج پیش کرنے میں کمال دسترس رکھتے ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ان کی کتب میں شامل ان کا ہر مقالہ نئی راہیں تلاش کرتا نظر آتا ہے۔ روایتی اور بے معنی تنقید سے انھوں نے ہمیشہ گریز کیا، منفرد اور مشکل راستوں پر چلنا ان کا امتیاز ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر شیر علی لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر اقبال آفاقی کے ہاں فکری و موضوعاتی سطح پر تنوع کا احساس ہوتا ہے۔ آپ کے میلان طبع سے مناسبت رکھنے والے موضوعات میں تنقیدی تھیوری کے مباحث بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ کی فکر انگیز تصنیف "مابعد جدیدیت: فلسفہ و تاریخ کے تناظر میں" اس کا بین ثبوت ہے"۔(۲)

ڈاکٹر اقبال آفاقی کے ادبی و تخلیقی سفر کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہو گا کہ یہ سفر ایک طویل عرصے پر مشتمل ہے جس میں انھوں نے اپنی انتھک محنت سے قارئین کے حلقوں میں اپنا مقام بناتے ہوئے کس قدر مقبولیت حاصل کی اور یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ان کے حلقۂ قارئین میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی مشکل مضامین کو آسان پیرائے میں بیان

کرنے کے ہنر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ کیونکہ ان کے بیان کردہ مضامین پر ان کی پوری طرح سے گرفت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مشکل تحریروں میں بھی ایک ادبی حسن موجود ہوتا ہے۔ وہ اپنی تحریر کو ایک کہانی کی صورت میں بیان کرتے ہیں جس کے باعث قاری کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ ان کی یہی خوبی انھیں دوسرے نثر نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔ غلام الثقلین نقوی ڈاکٹر اقبال آفاقی کی تنقید نگاری پر رائے دیتے ہوئے لکھا ہے:

> "اقبال آفاقی جن موضوعات پر لکھتے ہیں وہ بذات خود نہایت ادقّ ہوتے ہیں اور مسلسل ریاضت اور تحقیق کے بعد ان پر گرفت حاصل ہوتی ہے لیکن اقبال آفاقی انہیں جس انداز سے پیش کرتے ہیں، وہ سہل ممتنع کا درجہ رکھتا ہے۔ گویا ان کی تحقیقی نثر میں ادبی حسن اپنی معراج پر ہے۔ کہیں کہیں تو اس میں سادگی و پرکاری کے ساتھ رنگینی بیان کیفیت بھی نظر آتی ہے۔ چنانچہ ان کے مضامین کی انشائی کیفیت ان کی نثر کو اسی قبیل کی دوسری نثر سے منفرد و ممتاز درجہ عطا کرتی ہے۔ میں ان کے مضامین سے بہت کچھ حاصل بھی کرتا ہوں اور ادبی احتراز سے بھی بہرہ مند ہوتا ہوں"۔(۳)

ڈاکٹر اقبال آفاقی نے جو بھی لکھا سنجیدگی کے ساتھ لکھا۔ لکھتے ہوئے تخلیق اور تخلیق کار دونوں ان کے سامنے ہوتے ہیں۔ ان دونوں کا تقابل کرتے ہوئے وہ ایک اپنی تیسری ذاتی رائے قائم کرتے ہیں جس سے کسی کو بھی انکار ممکن نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی نے اپنے فن کو زندگی کے ساتھ ایک ابلاغ کا نام دیا ہے۔ چوں کہ ان کا بنیادی موضوع تنقید اور فلسفہ ہے، اس لیے وہ فلسفیانہ انداز سے سوچتے ہیں۔ معانی کی تلاش اور ادب میں اس کے اظہار کے لیے ان کا مطالعہ بہت گہرا ہے جس کے باعث ان کی فکر ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

تنقید کا مطلب دو مساوی حصّوں میں تقسیم کرنے کے ہیں یعنی کسی فن پارے میں اچھائی اور منفی پہلوؤں کو تلاش کر کے میزان کی اس کسوٹی پر پرکھنا کہ جس سے غلط اور صحیح کے درمیان فرق واضح کیا جا سکے۔ اردو میں تنقید کے لفظ کا مطلب بعض اوقات "اعتراض" کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ لفظ اپنے اندر ایک مثبت مفہوم اور وسیع تر معنی رکھتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا تنقید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اگر یہ سوال کیا جائے کہ تنقید کیا ہے؟ تو اس کا آسان ترین جواب یہ ہو گا کہ کھرے کھوٹے اور ادنیٰ و اعلیٰ میں افتراق کا نام تنقید ہے۔ لیکن کیا ادبی تنقید کے زمرے میں بھی یہی بات صادق آتی ہے؟ ایک حد تک ادبی تنقید بھی کسی فن پارے کی صحیح قدر و قیمت کا تعین کرتی ہے مگر ادب میں اس کے علاوہ بھی کچھ اسرار ایسے ہوتے ہیں جن کی بازیافت کا منصب فقط ادبی تنقید کو حاصل ہے یعنی ادبی نقاد نہ صرف کسی فن پارے کے حسن قبح کا فیصلہ کرتا ہے بلکہ اس کے تمام مخفی گوشوں کو بھی کچھ اس طور پرت در پرت بے نقاب کرتا چلا جاتا ہے کہ اس کی ہر سطح سے ایک بالکل انوکھا جہان معنی لو دینے لگتا ہے جس سے منظر در منظر اور عکس در عکس ایک لامتناہی سلسلہ وجود پذیر ہو جاتا ہے"۔(۴)

ہر انسان میں اچھے بُرے کی تمیز، سوچنے سمجھنے اور پرکھنے کی صلاحیت فطری طور پر پائی جاتی ہے اس لیے ہر پڑھے لکھے انسان میں بھی کسی ادبی فن پارے کے مطالعے کے بعد اس پر اپنی رائے قائم کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اسی عمل کا نام تنقید ہے۔

تنقید کے دو مراحل ہوتے ہیں۔ پہلا مرحلہ ابتدائی مرحلہ کہلاتا ہے جو کہ تخلیق کار کے فن پارہ تخلیق کرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے کیونکہ یونہی کوئی تخلیق کار تخلیقی عمل سے گزرتا ہے یعنی وہ لکھنا شروع کرتا ہے تو اس کے بعد وہ اس کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں تبدیلیاں اور ایڈیٹنگ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ترامیم اور اضافوں کے بعد جب اپنے فن پارے کو تسلی بخش قرار دے کر عوام کے سامنے پیش کرتا ہے تو یہ فن پارہ تنقید کے پہلے مرحلے سے گزر کر ہی قارئین کے سامنے آتا ہے۔ اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ تخلیق کار کا تخلیقی عمل بھی پختہ ہوتا جاتا ہے۔

تنقید کے دوسرے مرحلے میں وہ قاری ہوتا ہے جو کسی تحریر کا مطالعہ کرتا ہے اور ایک نقاد کی حیثیت سے اس فن پارے کو معیار کی کسوٹی پر پرکھتا ہے اور مصنف کی تحریر، اسلوب اور فن کے بارے میں اپنی رائے قائم کرتا ہے۔

عام طور پر کچھ قاری فن پارے کا سرسری طور پر مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد تحقیق یا تنقید نہیں ہوتا وہ محض وقت گزاری کے لیے مطالعہ کرتے ہیں جب کہ تنقید نگار اس کے بالکل برعکس سوچتا اور کام کرتا ہے۔ وہ الفاظ، فقروں اور تحریر کی فنی خوبیوں، خامیوں اور باریکیوں پر فنی اُصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرتا ہے اور تنقید کے فنی اُصولوں کی روشنی میں اس فن پارے کی حیثیت متعین کرتا ہے۔ ادب میں ہر صنف کے کچھ نہ کچھ اُصول و ضوابط ہوتے ہیں اس لیے تنقید نگار کا ان اُصولوں سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ پھر تنقید نگار کو ذاتی پسند و ناپسند سے بالاتر ہو کر ادبی معیارات کی روشنی میں تنقیدی عمل سے گزرنا چاہیے۔ اس لیے نقاد کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مطالعہ وسیع ہو، علوم و فنون کی دیگر زبانوں اور ادب پر اس کی نظر گہری ہو اور تنقیدی اُصولوں سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس کے علاوہ نقاد کو یہ بھی معلوم ہو کہ مصنف کے پیش کرنے کا انداز کیا ہے اور جو کچھ وہ پیش کرنا چاہتا ہے وہ اپنی تحریر لکھنے کے بعد اس میں کس حد تک کامیاب ہو سکا ہے۔

یوں تو ڈاکٹر اقبال آفاقی نے اپنے موضوعات کی مناسبت بہت سے مضامین اور کتابیں قلم بند کی ہیں جس میں تنقید، فلسفہ، مابعد جدیدیت جیسے موضوعات پر ان کی کئی ایک کتابیں بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں معنیٰ کے پھیلتے آفاق، استعارہ، اسلام آباد، مارچ ۱۹۹۸ء، اوراق کے اداریے، کاغذی پیراہن، لاہور، اکتوبر۔ ۲۰۰۰ء، منشایاد کے منتخب افسانے، مثال پبلی کیشنز، فیصل آباد، ۲۰۰۹ء، تہذیبی اسلام - ابن عربی اور پس جدیدیت، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۴ء، مابعد جدیدیت–Post Modernism– اصطلاحات اور معانی و تعبیرات و تشریحات، نیشنل بُک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، جولائی، ۲۰۱۶ء، پاکستانی ادب ۲۰۱۱، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، اردو افسانہ – فن ہنر اور متنی تجزیے، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۶ء، فلسفہ تاریخ The Philosophy of History مترجم ڈاکٹر اقبال آفاقی، ادارۂ فروغِ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۸ء، مابعد جدیدیت–فلسفہ و تاریخ کے تناظر میں، مثال پبلی کیشنز، فیصل آباد، اشاعت دوم ۲۰۱۸ء، نظریات جمال و فن – افلاطون سے لیوتار تک، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۱۸ء، اردو ناول میں نئی توجیہات و تعبیرات، صریر پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۰ء اور روایت عرفان و تصوف، صریر پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۰ء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تنقید کے حوالے سے ان کا زیادہ کام معنیٰ کے پھیلتے آفاق، اوراق کے اداریے، اردو افسانہ – فن ہنر اور متنی تجزیے اور اُردو ناول میں نئی توجیہات و تعبیرات خاص طور پر بہت نمایاں ہیں۔

ڈاکٹر اقبال آفاقی کی ابتدائی تحریوں کا ایک انتخاب استعارہ. بلشرز، اسلام آباد نے "معنی کے پھیلتے آفاق" کے نام سے 1998ء میں شائع کیا۔ اس کے زیادہ تر مضامین سہ ماہی "اوراق" میں شائع ہو کر خاصی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس کے دو اُردو فلیپ غلام الثقلین نقوی اور احمد جاوید، جب کہ انگریزی فلیپ پروفیسر محمد اکرم نے لکھا ہے۔ انتساب والدہ مرحومہ کی یاد میں ہے اور اس کا پیش لفظ ڈاکٹر وزیر آنا کا تحریر کردہ ہے۔

ڈاکٹر اقبال آفاقی نے اپنی اس تنقیدی کتاب "معنی کے پھیلتے آفاق" کو ڈاکٹر وزیر آغا کے پیش لفظ کے ساتھ باقی نو (۹) مضامین کے عنوانات کے تحت پیش کیا ہے۔ جن میں پہلا مضمون لفظ کی تخصیصی معنویت، دوسرا ادبی اضافیت، نئی معنویت، تیسرا نئی عظم امکان سے تصدیق تک، چوتھا مضمون نئی شاعری میں استعارے کا بحران، پانچواں نئی شعری ذہنیات کا وجودی تناظر، چھٹا سائنسی کونیات، بورژوا عہد اور ادب، ساتواں اردو انشائیہ کا فکری بیک یارڈ، آٹھواں انتظار کی سیڑھیاں، خواب اور استعارہ اور نواں مضمون تردبان-ذات کے روگ سے ڈائیلاگ پر مشتمل ہے۔

لفظ معنی کی گفتگو علم لسانیات میں آتی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ زبان گہرے معانی کی سطح پر تمام سوچنے والوں کے لیے تفہیم مہیا کرنے کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ بذات خود خیال و فکر کی شناخت کرتی ہے اور پھر اس سے کلچر نشو نما پاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم اپنے دماغ میں باہر کی دنیا کا تصویر ذہن میں موجود الفاظ کے حوالے سے وصول کرتے ہیں۔ لسانی عمل دو حصّوں میں تقسیم ہے جس کا ہر حصّہ اپنی مخصوص سمت اور مخصوص دائرۂ عمل رکھتا ہے۔ حصّہ اوّل میں انسان ایسی ہستی کے طور پر لیا جاتا ہے جو گفتگو کے عمل پر مشتمل ہوتی ہے جس سے استخراج ہوتا ہے کہ زبان ایک پرزہ ہے جس کی اسے مدد حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اپنی پسند کے مطابق یا ماہرین کی منطق کی طرز پر استعمال کرے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فکر کو زبان پر فوقیت حاصل ہے۔ مطلب زبان کی نوعیت فکری ہے۔ اس کی علامتیں اپنے اندر فطرتاً کامل اہمیت کو مرکوز رکھتی ہیں، بے شک زبان کے مقاصد میں شامل ابلاغ اور ترسیل اہم ہیں۔ لیکن انہیں زبان کے مقاصد کی کلیت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

> "فن زندگی کے ابلاغ کا نام ہے۔ زندگی کے ابلاغ سے مراد زندگی کے تجربے میں شراکت ہے جس کے لیے کسی حسابی فارمولے بالخصوص میزانی اقدار کے عمل دخل کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی پہلے سے طے شدہ راستے کا تقاضا کیا جا سکتا ہے۔ زندگی کا ابلاغ کسی مخصوص پیٹرن کے بغیر ہوتا ہے جسے انسان ایک دوسرے کے لیے کسی جمع تفریق کے بغیر محسوس کرتے ہیں۔ ابلاغ ایک موضوعی اور ذاتی مسئلہ ہے جس میں قیمت کو تلاش کرنا فکری غلط کاری کے ذیل میں آتا ہے"۔(۴)

کائنات کی ہر شے اضافی قرار پاتی ہے۔ جس نے صدیوں پر پھیلے جبری تصورات کو ختم کر دیا۔ جب تمام اشیا بشمول معنی ہر لمحہ متغیر ہے تو ہیئت کی کیا مجال کہ عدم تغیر کا دعویٰ کر سکے۔ جب معانی صورتِ حال میں تبدیل ہوتے ہیں تو ہیئت متغیر و متبدل کیوں نہیں ہو سکتی۔

ڈاکٹر اقبال کی دوسری تنقیدی کتاب کا نام اوراق کے اداریے ہے۔ اس کتاب کو پروفیسر ڈاکٹر اقبال آفاقی نے ترتیب و تدوین کے بعد کاغذی پیراہن، لاہور سے ۲۰۰۰ء میں شایع کروایا ہے۔ کتاب میں ڈاکٹر وزیر آغا کے شمارے "اوراق" کے پینتیس سالوں پر مشتمل اداریوں کا تجزیہ اور تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی نے ان اداریوں کو تنقیدی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہوئے ۱۹۶۶ء سے ۲۰۰۰ء تک مشتمل اداریوں کو مختلف موضوعات کے تحت دیکھا اور پرکھا ہے۔ زیرِ نظر "اوراق" کے شماروں کو اگر

دیکھا جائے تو "اوراق" کا شمار اردو کے ان گنے چنے مجلّوں میں ہوتا ہے جنھوں نے جدید ادب کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ادا کیا مگر اوراق کا وصف خاص، جو اُسے دیگر مجلّوں سے الگ اور منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ اس نے ہر دور میں نئی ادبی بحثوں کو جنم دیا ہے اور جدید علوم کی روشنی میں ادب کو ہر زاویے سے پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ گویا جدید ادب کو پروان چڑھانے میں "اوراق" کی خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔

ڈاکٹر اقبال آفاقی نے وزیر آغا کے ان اداریوں میں ادب کے تمام موضوعات کا احاطہ کیا ہے اور اُردو ادب کو ایک ایسی روایت فراہم کی ہے کہ جس نے سنجیدگی، متانت، آزاد روی اور حوصلہ مندی کے ساتھ علم و ادب کو اعلیٰ اقدار سے مالامال کیا ہے۔ "اوراق" جون، جولائی ۱۹۷۰ء کے اداریے پر لکھتے ہوئے ادب کے بڑے موضوع پر بات کی ہے اور ادبی گروہ بندیوں کی جھلک پیش کی گئی ہے جس کے مطابق:

> "نعرہ باز ادیب عوامی جذبات کی موجوں سے کھیل کر چند روز کے لیے شہرت اور مقبولیت کے ہفت افلاک سر تو کرلے گا لیکن بڑا ادیب ہرگز نہیں بن سکے گا۔ بڑا ادیب کسی مینی فسٹو یا دستار بندی کا نتیجہ نہیں، فطرت کا کرشمہ ہے۔ یقیناً لہجے کی یہ تلخی اور زبان کی یہ کڑواہٹ حالات کی اس بدصورتی کا نتیجہ ہے جس نے ستر کے ارد گرد کے زمانے میں پورے پاکستان کو نظریاتی طور پر میدان جنگ میں تبدیل کر دیا تھا'۔(۶)

اگر تخلیقی ذہن کی جڑیں وطن کی مٹی میں گہری ہوں تو کوئی پتھر، کوئی کانٹا، کوئی دکھ، کوئی راستے کی دیوار اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ ایسے شخص کی وطن اور تخلیقی آدرشوں سے کمٹ منٹ پہاڑ کی طرح اٹل ہوتی ہے۔ وطن کی مٹی سے گہری وابستگی کی مثال "اوراق" کے اولین اداریوں کا موضوع تھا۔ فکشن کی تنقید پر ڈاکٹر اقبال آفاقی کی اہم کتاب "اردو افسانہ: فن، ہنر اور متنی تجزیے" ہے۔ جس کا پہلا ایڈیشن فکشن ہاؤس لاہور نے ۲۰۱۲ء میں شائع کیا اور دوسری اشاعت ۲۰۱۶ء میں سامنے آئی جس میں ایک نئے مقالے کا اضافہ بھی شامل ہے۔ اس نئے مقالے کا عنوان "افسانے کی تنقید: نئے تناظر اور تنازعات" ہے جس میں ڈاکٹر اقبال آفاقی جدید مباحث پر لائق توجہ نکات پر دعوت فکر دیتے ہیں۔ انتساب ڈاکٹر نعیم احمد اور اشفاق سلیم مرزا کے نام ہے۔ اس میں کل دس مضامین شامل ہیں، اگر دیباچے کو بھی بطور مضمون شامل کیا جائے (کیوں کہ اس میں بھی آفاقی صاحب نے اپنے تنقیدی وسیلہ اظہار کی نوعیت پر مفصل لکھا ہے) تو یہ تعداد گیارہ بن جاتی ہے، جن کے عنوانات کچھ اس طرح سے ہیں:

(۱) جواز (۲) اردو افسانہ: فن اور کرافٹ کے مسائل (۳) نیا افسانہ: تھیوری اور فن پر ایک نظر (۴) تاریخ، متھ اور کہانی (۵) منٹو، پیراڈاکس اور کہانی (۶) کرشن چندر: چاند اور چکوری سے کچرا بابا تک (۷) بیدی کے افسانے: ایک مابعد جدید تجزیاتی مطالعہ (۸) انتظار حسین: تہذیب، معانی اور تجزیہ (۹) کہانی اور منشا یاد (۱۰) احمد داؤد اور ہم عصر: تجزیہ و تفاعل اور (۱۱) کافکا کا کروچ اور ہسٹری۔

فہرست پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال آفاقی اُردو افسانہ کے جن مسائل میں دل چسپی رکھتے ہیں ان کی نوعیت فکری اور فنی ہونے کے علاوہ تاریخی اور تجزیاتی بھی ہے۔ ان مضامین میں اُردو افسانہ کے نئے رجحانات، میلانات اور ادبی و تہذیبی شناخت کا وسیع منظر نامہ بھی موجود ہے۔ یہ مضامین فکشن کے رموز اور تخلیقی اظہارات کو ایسا تناظر مہیا کرتے ہیں جس میں افسانے کی صنف ماضی، حال اور مستقبل کو آپس میں ملاتی نظر آتی ہے۔ پاک و ہند میں فکشن کی تنقید لکھنے والے بہت زیادہ ہیں لیکن

ڈاکٹر اقبال آفاقی نے ان سب سے الگ رہ کر اپنا منفرد تنقیدی نظام وضع کیا ہے۔ ان کے اسلوب میں رچی ہوئی انفرادیت، وسعت نظری، تعقل پسندی، باریک بینی، مخصوص زاویہ نظر اور موضوع سخن سے گہری وابستگی ہر افسانے کی نئی نئی سطحیں دریافت کر لیتی ہے۔ ان کا قلم بے باک ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کی اعلیٰ قدروں کو بھی ملحوظِ خاطر رکھتا ہے۔

ڈاکٹر آفاقی کی بنیادی فکر اور تنقیدی طریق کار سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے ہر مضمون میں شامل اہم نکات کو فرداً فرداً پیش کیا جائے تاکہ ایک عام قاری بھی ان سے مستفید ہو سکے۔ کیونکہ ان کا ہر مضمون اتنا بھرپور، معنی خیز اور جدید ادبی اور جمالیاتی جہتوں کا عکاس ہے کہ اپنی جگہ پر ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں فلسفیانہ اور تجریدی تجزیات بھی افسانے کی تفہیم میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ کتاب کا آغاز حسب روایت ایک دیباچے (جواز) سے ہوتا ہے جس میں جہاں اور نئی باتیں سامنے آتی ہیں وہاں ڈاکٹر اقبال آفاقی ایک بار پھر منٹو، کرشن چندر، بیدی، انتظار حسین اور منشایاد پر اپنے تنقیدی کام کی ماہیت اور اس کتاب کی غرض وغایت اور مابعد جدید فکشن پر اپنے مخصوص نقطۂ نظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "میرا کام تو صرف یہ تھا کہ میں Close Reading ان کے فن کی قدری اور اساطیری بنیادوں کو تخلیقی عمل کی گرائمر کے مطابق Decode کروں اور بیانیوں کے پرت کھول کر ان معاشرتی انسلاکات کو سامنے لاؤں جو کسی تصنیف کو اجتماعی انسانی ادراک کا حصّہ بناتے ہیں۔ میں نے بڑے نقادوں کی اس نظریاتی خناسیت (Bewitchment) سے مسلسل پرہیز کیا ہے جس کی گرفت میں آکر وہ اکثر اپنے نقطۂ نظر کو مصنف کا نقطۂ نظر بنا کر پیش کرتے ہیں اور یوں کوّے کو راج ہنس میں تبدیل کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے"۔(۷)

اس اقتباس میں ایک مربوط اور مبسوط تنقیدی نظام موجود ہے جو اپنی ذات میں بڑی حد تک فکشن کی تنقید پر ایک جامع لائحہ عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرز کی بصیرت وارث علوی، دیویندر اور شمس الرحمن فارقی کے ہاں دیکھی جا سکتی ہے اور اس کے بعد اپنی کامل صورت میں ڈاکٹر اقبال آفاقی کی تحریروں میں جلوہ افروز ہے۔ محولہ بالا بیان اس بات کا غماز ہے کہ ڈاکٹر اقبال آفاقی نے تنقید کے جدید ترین ڈسپلن کو فکشن کی تفہیم میں استعمال کیا ہے جو ایک طرف تو نئی تنقید، ساختیاتی تنقید، روسی فارمل ازم سے روشنی حاصل کرتی ہے تو دوسری جانب ادبی تھیوری کے پیچیدہ اور ثقافتی مطالعات سے بھی نبرد آزما ہے۔

ڈاکٹر اقبال آفاقی نے جس طرح اردو افسانے کی روایت اور اس کی فکریات پر جدید مباحث اُٹھائے ہیں بالکل اسی طرح انھوں نے ناول کی روایت کا بھی مبسوط مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس اہم کتاب کا نام "اردو ناول: نئی توجہیات و تعبیرات" ہے جسے صریر ایک پبلیکیشنز لاہور نے ۲۰۲۰ء میں خاص اہتمام سے شائع کیا ہے۔ اس میں کل نو (۹) مضامین ہیں جن میں چار مضامین کو ہم ناول کی کلاسیکی روایت کا حصّہ قرار دے سکتے ہیں، جن میں امراؤ جان ادا، علی پور کا ایلی، اداس نسلیں اور بستی شامل ہیں جب کہ پانچ ناول جدید رجحانات کے عکاس ہیں۔ ان میں راجہ گدھ، بہاؤ، غلام باغ، نا تمام اور جاگے ہیں خواب میں جیسے نمائندہ ناولوں کو زیر بحث لایا گیا۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی نے نہایت حسن ترتیب سے ان پر مباحث اٹھائے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال آفاقی نے روایتی طرز تنقید سے بچتے ہوئے ناول اور اس سے متعلقہ سماجیات کے تناظر میں اترنے کی کوشش کی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ دو نئے تنقیدی مقدمات قائم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ناول پر تنقید کا اُصول یہ ہے کہ اس میں

عصری شعور کی کار فرمائی کو دریافت کرنا اہم تنقیدی کارنامہ ہوتا ہے جسے ڈاکٹر اقبال آفاقی نے احسن طور پر پورا کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد افضل بٹ، اُردو ناول میں سماجی شعور میں اس حوالے سے لکھتے ہوئے بتاتے ہیں:

> "عالمی زبانوں کی طرح اُردو میں بھی ناول ہی ایسی واحد صنف نثر کے طور پر سامنے آتا ہے جو عصر کی نفسیاتی اور سماجی صورتِ حال کو اس کی تمام تر جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی عہد کے سماجی رویوں کے تفصیلی مطالعے اور تجزیے کے لیے اس عہد میں لکھے گئے ناولوں کا مطالعہ مطلوبہ نتائج کے حصول میں زیادہ مددگار ہو سکتا ہے"۔(۹)

ڈاکٹر اقبال آفاقی تنقید کی اس عمومی روش کی بھی مذمت کرتے ہیں جسے اُنھوں نے "غلامانہ تنقید" یا "غیر تنقیدی روش" کا نام دیا ہے۔ "امراؤ جان ادا" کے باطن سے یہ نکتہ بھی انھی کا دریافت کردہ ہے کہ مرزا ہادی رسوا اپنی اہم علمی اور سائنسی سرگرمیوں میں اس قدر منہمک رہے کہ سماجیات کی اصلاح یا ادبی مقصدیت کی جانب ان کا ذہن متوجہ نہیں ہو سکا یا پھر وہ ادب کو خالص ادب کے حوالے سے ہی دیکھنے پرکھنے کے قائل تھے جس میں کسی قسم کے آدرش یا سماجی خدمت کا عنصر شامل نہیں ہے۔

ڈاکٹر اقبال آفاقی کسی فن پارے پر لکھتے وقت اس کے بارے میں ایسے سوالات بھی قائم کرتے ہیں جس سے بظاہر فن پارے کی نفی ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ابتدا ہی میں اپنا مقدمہ ایسا مضبوط بنا لیتے ہیں جس کی بنیاد پر فن پارے کی ممکنہ جہتیں سامنے آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس خوبی نے ڈاکٹر اقبال آفاقی کی تنقید میں نہ صرف وسعت پیدا کی ہے بلکہ اکثر مقامات پر وہ تنقیدی معروفیت بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے جس کی روشنی میں فن پارہ اپنی گرہیں کھولتا چلا جاتا ہے۔

یہ سوالات قائم کرنے کے لیے جہاں ناول کے جدید تصورات اور فنی رموز کا مستحضر ہونا ضروری ہے وہاں ناول کا ارتقائی سفر بھی سامنے رکھنا لازمی ہے۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی ایک وسیع المطالعہ نقاد اور محقق ہیں وہ کسی بھی ناول یا فن پارے کا تجزیہ کرنے سے پہلے متعلقہ مواد کو بہت توجہ اور عمیق باریک بینی سے پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے مرتب کردہ نتائج بہت گہرے اور عمیق ہوتے ہیں۔ اختر رضا سلیمی کا ناول "جاگے ہیں خواب میں" اگرچہ کچھ بہت زیادہ تخمینم نہیں ہے کہ جس میں حیات و کائنات کے اتنے بسیط موضوعات کو سمویا گیا ہو لیکن انھوں نے جس کمال مہارت، اختصار اور جامعیت کے ساتھ ایسے گھمبیر موضوعات کو کم صفحات میں سمویا وہ ان کی فنی مہارت، زبان و بیان پر عبور، واضح تصورات اور ورلڈ ویو کا پتا دیتے ہیں۔ اس ناول میں تکنیک کے حوالے سے بھی نئے نئے تجربات ملتے ہیں جو عموماً ہمیں اردو ناولوں میں کم کم نظر آتے ہیں۔ وقت کا تصور بھی ایک نئے تجربے کا اشاریہ فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال آفاقی نے اس ناول میں بھی بیان کی گئی فکریات کو بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال آفاقی کی تنقید کا دائرہ قاری پر وہ گرہیں کھولتا ہے جس کا تصور اس سے پہلے قاری کے ذہن میں نہیں ہوتا۔

حوالہ جات

۱۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، ٹی وی انٹرویو، خلیق الرحمٰن، ۲۵۔ جنوری ۲۰۲۰ء

۲۔ شیر علی ڈاکٹر، روشنی کے سفیر، (پاکستان کے مثالی اساتذہ) جلد دوم، مرتبہ ڈاکٹر انجم حمید، ادارۂ فروغِ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۲۲ء، ص:۴۴

۳۔ غلام الثقلین نقوی، معنیٰ کے پھیلتے آفاق، استعارہ، اسلام آباد، مارچ ۱۹۹۸ء، فلیپ

۴۔ شاذیہ عمیر، ڈاکٹر، تنقید اور وزیر آغا کی تنقید، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی-۲، ۲۰۱۰ء، ص:۱۹

۵۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، لفظ کی تخصیصی معنویت، مشمولہ، معنیٰ کے پھیلتے آفاق، استعارہ، اسلام آباد، مارچ ۱۹۹۸ء، ص:۳۲

۶۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، اوراق کے اداریے، وزیر آغا، کاغذی پیراہن، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۱۲۔۱۳

۷۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، اردو افسانہ– فن ہنر اور متنی تجزیے، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص:۲۰

۹۔ محمد افضل بٹ، ڈاکٹر، اُردو ناول میں سماجی شعور، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص:۹

References in Roman Script:

1. Iqbal Afaqi, Dr, T-V Interview, Khaleeq-Ur-Rehman, January 2020, P.25
2. Sher Ali Dr. Roshni ke Safeer, (Pakistan ke Misali Usaatzaa) Jald doum, Martaba Dr. Anjum Hamid, Adra-e-froghٔ qaumi zabaan, Islamabad,2022, P:44
3. Ghulam-ul- Saqlan Naqvi, Maienay ke Phailtay Afaq , Isteara, Islamabad, March ,1998, Flap
4. Shazia Umair, Dr. Tanqeed aur Wazeer Agha ki Tanqeed, Modrn Pblishing House, Nai Delhi-2, 2010, P:19
5. Iqbal Afaqi, Dr. lafz ki Takhseesi Manoveyat, Mashmoola, Maienay Ke Phailtay Afaq , Isteara, Islamabad, March, 1998, P:32
6. Iqbal Afaqi, Dr. Ourak ke Adarie, Wazeer Agha, Kaghazi Pairahan, Lahore, October 2000, 12, 13
7. Iqbal Afaqi, Dr. Urdu Afsana-Fun Hunar Aur Matni Tajziye, Fiction House, Lahore ,2016, P: 20
8. Mohammad Afzal Butt, Dr. Urdu Novel Mein Samaji Shaoor, Purab Acadmy, Islamabad, 2009, P: 9